



تصور "فلاح" حدیث رسول ﷺ کے تناظر میں؛ ایک تجزیاتی مطالعہ An analytical Study of The concept of "welfare" in the context of the Holy Prophet's ﷺ hadith

Naveeda Khanam

Doctoral Candidate, Department of Islamic Studies, Govt. Sadiq College Women University,
Bahawalpur. Email: naveedakhanam786@gmail.com Orcid: org/0000-0002-8769-3238

Dr. Sobia Khan

Assistant Professor, Department of Islamic Culture, Govt. Sadique College Women
University, Bahawalpur. Email: sobiakousar.khan@gmail.com

In this age of materialism (in which the advancements of science and technology are on the rise), the majority of Muslims are moving away from religion. They consider the achievement of material desires and comforts as their success and success and consider them as sources of comfort and peace. In the meantime, the human mind is becoming fascinated with the facts of the life hereafter. For this reason, according to them, worldly success is the real success. But despite getting these comforts, they are devoid of mental and emotional satisfaction and peace. The concrete reason for this is the success and prosperity and the real reasons for peace and contentment which have been clarified through the Holy Qur'an and the Hadith of the Prophet (peace be upon him). Therefore, in this paper, the same reasons will be explained in the light of hadith, which are the effective motivation for the entire humanity, especially for the Muslim Ummah, in this era of materialism and in the world of self-centeredness, in adopting the means of achieving well-being in practice. It will prove.

Keywords: Welfare, Success, Religion, Holy Prophet ﷺ, hadith,



Journament



اشاریہ
ایجو جرائد



تمہید:



مادہ پرستی کے اس دور میں (جس میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقیاں عروج پر ہیں) مسلمانوں کی اکثریت دین سے دور ہوتی چلی جا رہی ہے۔ مادی خواہشات اور آسائشات کے حصول کو ہی اپنی کامیابی و کامرانی گردانتے ہیں اور راحت و سکون کے ذرائع خیال کرتے ہیں۔ اس اثناء میں اذہان انسانی سے آخرت کی زندگی کے حقائق موہوم ہوتے جا رہے ہیں۔ اسی سبب ان کے نزدیک دنیوی

کامیابی ہی حقیقی کامیابی کا درجہ رکھتی ہے۔ لیکن ان آسائشات کے حصول کے باوجود ذہنی و قلبی اطمینان و سکون سے عاری ہیں۔ اس کا ٹھوس سبب کامیابی و کامرانی اور سکون و اطمینان کے اُن اصل اسباب سے بے بہرہ ہونا ہے جو قرآن حکیم اور حدیث رسول ﷺ کے ذریعے واضح کیے گئے ہیں۔ لہذا زیر نظر آرٹیکل میں اُن ہی اسباب کو حدیث کی روشنی میں بیان کیا جائے گا جو کہ پوری انسانیت کے لیے بالخصوص مسلم اُئمہ کے لیے اس مادہ پرستی کے دور اور نفسا نفسی کے عالم میں حصولِ فلاح کے اسباب کو عملی طور پر اختیار کرنے میں کارگر محرک ثابت ہوگا۔ مقاصد تحقیق میں مندرجہ ذیل نکات شامل ہیں:

- ❖ حصولِ فلاح کے اسباب احادیثِ نبویہ ﷺ کی روشنی میں عالم اسلام کے سامنے لانا تاکہ عمل کی تحریک پیدا ہو۔
- ❖ مادہ پرستی اور نفسا نفسی کے اس دور میں حقیقی دنیوی و اخروی راحت و سکون کے ذرائع واضح ہوں۔
- ❖ اور اس بات کا علم حاصل کرنا آیا احادیثِ نبویہ ﷺ میں حصولِ فلاح کے اسباب کے ساتھ موانع حصولِ فلاح کی بھی وضاحت موجود ہے؟

فلاح کا لغوی معنی و مفہوم:

لغت کے اعتبار سے لفظ "فلاح" متعدد معنوں میں مستعمل ہے۔ یہ لفظ ثلاثی مجرد کے دو باب فُتِحَ، نَفَتْحَ اور سَمِعَ، لَسَمِعَ دونوں کے وزن پر آتا ہے۔ اس کا مادہ ف۔ل۔ح ہے۔ لغت "لسان العرب" میں ابن منظور نے اس لفظ کے درج ذیل معانی بیان کیے ہیں:

الفلاح والفلاح - الفوز والنجاح والبقاء في النعيم والخير - نعمتوں اور بھلائیوں میں فلاح و کامیابی، نجات اور دوام۔ قال الله تعالى: قد افلح المؤمنون - ای اصبر والی الفلاح۔ مطلب یہ کہ کامیابی کی طرف گامزن کیے گئے، حدیث مبارکہ ہے:

صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى خَشِينَا أَنْ يَفُوتَنَا الْفَلَاحُ أَوِ الْفَلَاخُ: مراد یہ ہے کہ ہم نے حضرت محمد ﷺ کے ساتھ نماز (عشاء) ادا کی اور اتنی دیر ہو گئی کہ ہمیں خوف لاحق ہوا کہ کہیں سحری کا وقت ختم نہ ہو جائے اور حدیث یہ ہے کہ یہ پوچھا گیا "وما الفلاح؟" فلاح کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "فلاح السحور" یعنی سحری۔¹

صاحب المنجد بیان کرتے ہیں: فَلَحَ باب فتح يفتح سے ہے۔ فَلَحَ الارض: زمین جو تنا۔ فَلَانَا مكر جانا۔ فلاحٌ لِلْقَوْمِ و بِالْقَوْمِ: خرید و فرخت میں دھوکا دینا۔ فَلَحَ باب سمع يسمع سے ہے فَلَحَ فَلَحَانِجَةً کے ہونٹ پھٹنا۔ فَلَحَ به: ٹھٹھا کرنا۔ استہزا کرنا۔ مکر جانا۔ اَفْلَحَ الرَّجُلُ: مطلوب پر کامیاب اور فتح مند ہونا۔ کوشش میں کامیاب ہونا۔ بالشئ: زندگی گزارنا۔ اَفْلَحَ وَالْفَلَاخ: کامیابی۔ حال۔ درستی۔ نجات۔ بقا کہا جاتا ہے۔ "حَتَّى عَلَى الْفَلَاخ" کہ کامیابی اور نجات کی راہ کی طرف آؤ۔ الفلاح سحری کو کہتے ہیں۔²

"فلاح" کا اصطلاحی مفہوم:

فلاح کے معنی کامیابی اور مقصد کا حاصل ہو جانا کے ہیں۔ یہ لفظ "خُسْرَان" کا متضاد ہے جو خسارے، گھٹاے اور ناکامی و نامرادی کے معنی کے لیے بولا جاتا ہے۔ امام قرطبی فرماتے ہیں: "فلاح" عرف میں یہ ہے:

¹ Ibn-e-manzör afriqī, lisān al-a'rab (Irān: Edition adab alhūzah, 1405 AH), 547/2

² Lūs ma'lūf, al-munjad (Beirūt: dar al-mashriq, 1992 AH), 653

”الظفر بالمطلوب والنجاة من المړهوب“³

”فلاح میں مطلوب کا ملنا اور محذور و مړهوب سے بچ نکلنا مراد ہوتا ہے۔“

مکمل فلاح سے مراد یہ ہے کہ ہر مقصد اور مراد پوری ہو اور ہر تکلیف دور ہو۔ ایسا ہونا اس دنیا میں ممکن نہیں ہے، کیونکہ یہ دنیا دار التکلیف اور دار الالبلاء ہے۔ یہاں کسی چیز کو بقا اور دوام حاصل نہیں۔ انسان کے فانی ہونے کے ساتھ یہ دنیا بھی فانی ہے۔ کسی انسان کے لیے یہ ممکن نہیں کہ اس دنیا میں اس کی ہر مراد پوری ہو، نعمت حاصل ہے تو نعمت زائل ہونے کا اندیشہ، صحت ہے تو بیماری کا کھکا، اس لیے یہ نعمت مکمل طور پر صرف جنت میں ملے گی جس میں داخل ہونے کے بعد نہ موت کا خوف ہو گانہ زوال نعمت کا اندیشہ، نہ بیماری کا ڈر، جہاں ہر مراد ملے گی، ہر خواہش کی تکمیل ہوگی۔⁴ اللہ تعالیٰ نے اس پورے مفہوم کو قرآن میں یوں بیان کیا ہے:

”الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ (34) الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهِ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ“⁵

”اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم دور کر دیا یقیناً ہمارا رب بخشنے والا قدر دان ہے، جس نے اپنے فضل

سے ابدی قیام گاہ میں اتارا، جہاں نہ ہمیں مشقت اٹھانی پڑتی ہے اور نہ تھکان لاحق ہوتی ہے۔“

اس طرح مکمل طور پر فلاح تو مومن کو جنت ہی میں ملے گی تاہم اچھے اوصاف کے حامل حضرات اس دنیا میں بھی محروم نہیں رہیں گے، گو وقتی طور پر وہ تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں۔

قرآن میں کامیابی اور نجات کے لیے لفظ فلاح زیادہ استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ اس لفظ نے اپنے معنی کے وسعت کے لحاظ سے دنیا و آخرت کی تمام تر کامیابیوں کو اپنے دامن میں سمیٹا ہوا ہے۔ لفظ فلاح کو اکثر آئمہ لغت نے الفوز والخیر سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ ”الفوز“ میں وہ تمام نعمتیں اور بھلائیاں شامل ہیں جن کا تعلق اس دنیوی زندگی سے ہے اور جس میں معاشی، معاشرتی، سیاسی گویا ہر طرح کے شعبے داخل ہیں۔

تصور ”فلاح“ حدیث کی روشنی میں

لغوی لحاظ سے حدیث کا لفظ حدّث۔ بحدیث، تحدیث سے اخذ کیا گیا ہے۔ تحدیث کا معنی بات اور کلام کرنا ہے۔ اس طرح اس کے معنی کلام اور گفتگو کے لیے جاتے ہیں۔

”الحديث لغته الجديد ويجمع على احاديث على خلاف قياس، واصطلاحاً: ما

اضيف الي النبي صلى الله عليه وسلم من قول او فعل او تقرير او صفة“⁶

یعنی لغت کے لحاظ سے حدیث کا معنی ”جدید“ ہے۔ خلاف قیاس اس کی جمع ”احادیث“ ہے۔ اصطلاحی لحاظ سے اس سے مراد حضرت محمد ﷺ کی طرف منسوب قول، فعل، تقریر یا حضور ﷺ کی صفت کا بیان ہے۔ قرآن پاک میں بھی حدیث کا لفظ گفتگو یا بات کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

³ A‘bdullah Muhammad bin Ahmad Ansārī qurtabī, Al-jama‘ al-ahkām al-qurān (Beirūt: Edition: 1428

AH), 182/1

⁴ Irshād al-haq atharī, fālāh kī rahāin (Lāhōr: International dar al-islam printing press, 2004), 10

⁵ Al-fātir: 35/34,35

⁶ Mehmūd ṭahān, tāisīr muṣṭalāh al-hadith (Multān: Edition S.N), 4

: "لا یکادون یفقهون حدیثا" یعنی وہ بات کہ سمجھنے کے قریب بھی نہیں جاتے۔

لغت کے لحاظ سے سنت کے معنی واضح اور معروف راستہ اور سیرت کے ہیں۔ سنت اُس راستے کو کہتے ہیں جس پر متواتر چلنے کی وجہ وہ صاف و شفاف اور واضح ہو گیا ہو۔⁷

"الأصل فیہا الطریقة والسیرة"⁸ یعنی اس کے معنی اصلی طریقہ اور سیرت کے ہیں۔

اصطلاح میں سنت حضرت محمد ﷺ کے حکم یا نہی یا کسی کام کے جائز قرار دینے کو کہتے ہیں۔ کچھ لوگ لفظ سنت کو صرف آپ ﷺ کے فعل تک محدود کرتے ہیں لیکن یہ لفظ حدیث کے مترادف ہے۔ شرعی لحاظ سے حضرت محمد ﷺ کے قول، فعل اور خاموشی سب سنت میں داخل ہیں۔⁹

حدیث و سنت شریعت کا دوسرا ماخذ ہے۔ منکرین حدیث کا یہ نظریہ کہ حدیث و سنت دین میں حجت نہیں ہیں۔ اُن کی تردید اس آیت مبارکہ کے ذریعے ہوتی ہے:

"وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ"¹⁰

"اور تمہیں جو کچھ رسول دے، اسے لے لو اور جس سے روکے، اُس سے رُک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے

ڈرتے رہا کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔"

مستشرقین کا یہ اعتراض کہ احادیث کی کتابت عہد صحابہ کے بعد ہوئی ہے اسی لیے یہ قابل اعتماد نہیں ہیں۔ اُن کے اس اعتراض کا جواب محدثین نے مدلل انداز میں اپنی اپنی کتابوں میں پیش کر دیا ہے۔

حدیث و سنت کے مطابق فلاح کا تصور:

ایک مسلمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ کامیابی و کامرانی حاصل کرنے کے لیے وہ اسباب اختیار کرے جو فلاح کو یقینی بناتے ہیں۔ اُن کاموں سے اجتناب بھی ضروری ہے جو فلاح کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ قرآن مجید نے ان تمام چیزوں کی پوری وضاحت کرتے ہوئے دنیوی و اخروی فلاح کا مکمل تصور دیا ہے۔ احادیث مبارکہ چونکہ قرآن پاک کی تشریح ہیں۔ لہذا حدیث و سنت سے مزید وضاحت ملتی ہے۔ جس کی تفصیل مندرجہ ذیل عناوین سے سامنے آئے گی۔

حصول فلاح کے اسباب حدیث و سنت کے اعتبار سے:

حدیث و سنت کے ذریعے بہت سے ایسے ادا امر اختیار کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ جن پر عمل پیرا ہو کر نہ صرف دنیوی زندگی میں نجات اور فلاح یقینی ہے بلکہ اخروی زندگی کی دائمی فلاح بھی قطعی اور یقینی ہے۔

⁷ A'bdul rauf zafar, u'lum al-hadith (Lahor: al-hamd market urdu bazar, 2017), 32

⁸ U'z al-din a'li bin Muhammad alshibani Ibn athir, al-nihayah fi gharib al-hadith wa al-athar (Lahor: anshar al-sanah, S.N) 409/2

⁹ A'bdul rauf zafar, u'lum al-hadith, 33

¹⁰ Al-hashar: 59/7

ایمان لانا نوز و فلاح کا باعث:

دین اسلام کو قبول کرنا اور بن دیکھے رب پر ایمان اور اُن تمام چیزوں پر ایمان لانا جن پر ایمان لانے کا رب نے حکم دیا ہے۔ تو اُس نے اپنے آپ کو دنیا اور آخرت دونوں میں محفوظ و مامون کر لیا۔ حدیث نبوی ﷺ ہے:

"وَيَحْكُ يَا أَبَا سَفْيَانَ قَدْ جَنَّتْكُمْ بِالْدُنْيَا وَالْآخِرَةِ فَأَسْلَمُوا تَسْلَمُوا"¹¹

"افسوس اے ابوسفیان میں تمہارے پاس دین و دنیا کی فلاح لے کر آیا ہوں پس اسلام لا کر تم محفوظ ہو جاؤ"

-

اس حدیث میں آپ ﷺ نے اسلام کو دین و دنیا کی فلاح و کامیابی فرمایا ہے۔ ایسا ہی مضمون اس حدیث میں بھی ہے:

"قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَخْلَصَ قَلْبَهُ لِلْإِيمَانِ، وَجَعَلَ قَلْبَهُ سَلِيمًا، وَلِسَانَهُ صَادِقًا، وَنَفْسَهُ مَطْمَئِنَةً، وَحَقِيقَتَهُ مُسْتَقِيمَةً، وَأُذُنَهُ مُسْتَمِعَةً، وَعَيْنَهُ نَاضِرَةً"¹²

یقیناً وہ شخص فلاح و کامرانی پا گیا جس کا دل ایمان میں مخلص ہو گیا اور اُس نے اپنے دل کو سلیم الطبع کر لیا۔ اپنی زبان کو سچ بولنے کا عادی بنالیا، اپنے نفس کو مطمئن کر لیا۔ اپنی گردش حیات کو درست کر لیا۔ اپنے کانوں کو حق سننے کا عادی بنالیا اور اپنی آنکھوں کو عبرتوں کا نظارہ کرنے والا بنالیا۔"

اس حدیث میں بھی اور دوسری خوبیوں کے ساتھ دل سے ایمان لانے کا ذکر ہے۔ ایمان لانے کے بعد ہی دوسری خوبیاں فائدہ پہنچاتی ہیں۔ ایمان لانے کے بعد نہ صرف اس دنیا میں اس کے قلب کو سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے بلکہ جنت میں بھی داخلے کا ذریعہ ہے۔

ارکان اسلام کی ادائیگی فلاح کا ذریعہ:

ارکان اسلام سے مراد کلمہ شہادت، نماز، زکوٰۃ، حج بیت اللہ اور روزہ ہے۔ اسلام مکمل ضابطہ حیات اور فلاح و نجات ہے، اس کی عمارت ان ہی ارکان پر کھڑی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

"عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بُيِّئَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةٍ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ"¹³

قرآن پاک آپ ﷺ پر نازل ہونے والی مقدس کتاب ہے۔ امت مسلمہ کے لیے نظام حیات ہے۔ ناصرف اس پر عمل کرنا فلاح دارین کا سبب ہے بلکہ صرف اس کی تلاوت کرنا (آداب اور رعایت کو مد نظر رکھتے ہوئے) بھی فلاح کا ذریعہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ سے روایت کیا ہے:

"سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ فَإِنْ صَلَحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ فَإِنْ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيضَتِهِ شَيْءٌ قَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: نَظَرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ

¹¹ A'la' al-din a'li al-mutaqi, kanz al-a'mal (Beirut: musasah al-risalah, S.N), 436

¹² A'la' al-din a'li al-mutaqi, kanz al-a'mal, 255

¹³ Abu bakar ahmad bin al-hussain al-baihaqi, al-sunan al-kubra (Beirut: dar al-kutab al-ilmiyah, 2003),

تَطَوُّعٌ؟ فَيَكْمَلُ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيضَةِ ثُمَّ يَكُونُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلَى ذَلِكَ" وَفِي رِوَايَةٍ: ثُمَّ الزَّكَاةُ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ تُؤْخَذُ الْأَعْمَالُ حَسَبَ ذَلِكَ"¹⁴

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "بندے سے روز قیامت اس کے اعمال میں سے سب سے پہلے اُس کی نماز کے بارے میں حساب لیا جائے گا، اگر وہ صحیح اور درست ہوئی تو وہ فلاح و نجات پا گیا اور اگر وہ صحیح اور درست نہ ہوئی تو پھر ناکام اور نامراد ہو گا، اگر اُس کے فرائض میں کچھ کمی ہوئی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دیکھو کیا میرے بندے کے کچھ نوافل ہیں، تو اس طرح فرائض کی کمی پیشی ان نوافل سے پوری کر دی جائے گی، پھر اسی طرح باقی اعمال کا حساب ہو گا۔" اور ایک دوسری روایت میں ہے: پھر زکوٰۃ کا بھی اسی طرح حساب ہو گا اور پھر باقی اعمال کا حساب بھی اسی مذکور مثال کی طرح ہو گا۔"

اس حدیث مبارکہ سے یہ وضاحت ہوتی ہے کہ دنیوی اور اخروی کامیابی و کامرانی کے لیے فرائض یعنی ارکان اسلام کی ادائیگی بہت ضروری ہے۔ فرائض کے ساتھ ساتھ نفلی نماز، روزہ، صدقات اور عمرہ وغیرہ کرنا بھی ضروری ہے۔ تاکہ فرائض کی کمی و کوتاہی نوافل سے پوری ہو جائے۔ نماز کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قیامت کے دن حساب و کتاب کا آغاز نماز سے ہو گا۔ اُسکے صحیح اور درست ہونے پر باقی تمام اعمال کا انحصار ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی عمارت کی بنیاد ان پانچ ارکان پر رکھی ہے جو کہ کلمہ شہادت، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ہیں۔ آپ ﷺ کی حدیث ہے:

"يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْآنَ وَاتْلُوهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ مِنْ آثَاءِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَفْشُوهُ وَتَغَنُّوهُ وَتَدَبَّرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ وَلَا تَعْجَلُوا ثَوَابَهُ فَإِنَّ لَهُ ثَوَابًا"¹⁵

آپ ﷺ نے فرمایا: اہل قرآن! قرآن کے معاملے میں سستی و تغافل نہ برتو، جیسے اس کی تلاوت کا حق ہے ویسے صبح و شام اس کی تلاوت کرو، اس کی تعلیمات کو عام کرو، اس کے علاوہ دوسری چیزوں سے بے نیاز ہو جاؤ، اس پر تدبر کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ، دنیا میں اس کا ثواب حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو کیونکہ (اخروی زندگی) میں اس کا ثواب (بہت زیادہ) ہے۔"

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اہل قرآن قرآن کی دولت پر تکلیف نہ کر بیٹھیں، بلکہ قرآن کے حقوق ادا کرتے ہوئے دن رات اس کی تلاوت کریں۔ اس پیغام ہدایت کو دوسرے لوگوں تک پہنچائیں۔ اس کے احکام، ہدایات، قصص اور نصائح پر غور کریں ایسا کرنے سے ہی فلاح ممکن ہے۔ انہیں چاہیے کہ اس کے پڑھانے کا معاوضہ دنیا میں طلب نہ کریں کیونکہ آخرت میں اس کا بہت عظیم صلہ ہے۔

محاسن حصول فلاح کا باعث:

محاسن سے مراد وہ خوبیاں اور اچھائیاں ہیں جو کہ انسان کی نیکیوں کو بڑھا کر اللہ کی رضا اور اُس کی جنت کے حصول کا سبب بنتی ہیں۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

¹⁴ Muhammad bin a'bdullah khatib tabraizi, mishkat al-masabih (Beirut: dar al-fikr, 1411), 1330

¹⁵ Muhammad bin a'bdullah khatib tabraizi, mishkat al-masabih, 2210

”سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ”أَهْلُ الْيَمَنِ أَرْقُ قُلُوبًا، وَاللَّيْنُ أَفْنَدَةٌ، وَأَنْجَعُ طَاعَةٌ“¹⁶

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل یمن رقیق القلب، نرم دل اور اطاعت کے ذریعے فلاح پانے والے ہیں۔“

نرم دل لوگ دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے میں سبقت کرنے والے ہوتے ہیں۔ جبکہ حدیث کے مطابق جس کو نرمی سے محروم کر دیا گیا ہے اس کو ہر قسم کی بھلائی سے محروم کر دیا گیا ہے۔ اطاعت سے مراد فرمانبرداری اس میں اللہ اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری داخل ہے۔

دل کا غنا حاصل ہونا بھی محاسن میں داخل ہے کیونکہ اس کے ذریعے انسان بہت سی برائیوں سے بچ کر کامیابی حاصل کر لیتا ہے۔ دنیا کی محبت انسان کو بہت سی برائیوں کی طرف دعوت دیتی ہے۔ جبکہ غنا دنیا کی محبت سے نجات کا سبب ہے۔

”أن عمر بن الخطاب قال: يا زياد ابن حدير! هل تدري ما يهدم الإسلام؟ إمام ضلالة، وجدال منافق بالقرآن ودين يقطع أعناقكم، وأخشى عليكم زلة عالم، فأما زلة العالم فإن اهتدى فلا تقلدوه دينكم، وإن زل فلا تقطعوا منه إياسكم، فإن العالم يزل ثم يتوب، ومن جعل الله غناه في قلبه فقد أفلح“¹⁷

اس حدیث کے آخر میں ہے کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ غنا ڈال دے تو اُس نے فلاح اور کامیابی حاصل کر لی۔ خواہشات نفس، لالچ اور غصہ پر کنٹرول رکھنا۔ سچ بولنا بھی انسان کی خوبیوں میں شامل ہیں۔ جو کہ نیکیوں میں آگے بڑھنے کا باعث ہیں۔ یہ خوبیاں نہ صرف انسان کو انفرادی لحاظ سے فائدہ پہنچاتی ہیں بلکہ معاشرتی امن و آشتی میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

”قَالَ: ”كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِذَا خَطَبَ النَّاسَ يَقُولُ فِي خُطْبَتِهِ: أَفْلَحَ مِنْكُمْ مَنْ حَفِظَ مِنَ الْهَوَى وَالطَّمَعِ وَالْغَضَبِ، لَيْسَ فِي مَا دُونَ الصِّدْقِ مِنَ الْحَدِيثِ خَيْرٌ، مَنْ يَكْذِبُ يَفْجُرْ، وَمَنْ يَفْجُرْ يَهْلِكْ، إِيَّاكُمْ وَالْفُجُورَ، وَمَا فَجُورٌ عَبْدٌ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ، وَإِلَى التُّرَابِ يَعُودُ، وَهُوَ الْيَوْمَ حَيٌّ، وَعَدَا مَيِّتٌ؟ اْعْمَلُوا يَوْمًا بِيَوْمٍ، وَاجْتَنِبُوا دَعْوَةَ الْمُظْلُومِ، وَعُدُّوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ الْمَوْتِ“¹⁸

”حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا کرتے تھے: تم میں سے اُس شخص نے فلاح پائی جو خواہشات نفس، طمع اور غصہ سے محفوظ رہا اور اُسے بات میں سچ بولنے کی توفیق دی گئی، چونکہ سچ بھلائی کی طرف لے جاتا ہے، جو جھوٹ بولتا ہے فوراً کرتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ فجر (گناہ) سے بچو! جو مٹی سے پیدا ہو اُس نے کیا فجر کرنا جس نے پھر مٹی میں جانا ہو۔ آج زندہ ہے کل مردہ ہو گا، دن بدن عمل کرتے رہو، مظلوم کی بددعا سے بچو اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو۔“

¹⁶ Ahmad bin hanbal, musnad ahmad (Beirut: maktab islami, 1378 AH), 16765

¹⁷ A'la' al-din a'li al-mutaqi, kanz al-a'mal, 44210

¹⁸ A'la' al-din a'li al-mutaqi, kanz al-a'mal, 44198

حدیث مبارکہ ہے:

"قَالَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: خَيْرُ مَا أُعْطِيَ الْإِنْسَانُ الْخُلُقُ الْحَسَنُ"¹⁹

آپ ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! انسان کو جو کچھ عطا ہوا ہے اس میں سے سب سے بہتر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اچھے اخلاق" یعنی اخلاق حسنہ کا درجہ ایمان یا ارکان سے بھی زیادہ ہے اور انسانوں کی سعادت اور فلاح میں اور اللہ پاک کے نزدیک ان کی مقبولیت و محبوبیت میں اخلاق کو بہت خاص مقام حاصل ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع:

فحمد الله واثنى عليه، ثُمَّ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ، اسْمَعُوا قَوْلِي، فَإِنِّي لَا أَدْرِي لَعَلِّي لَا الْقَاكُم بَعْدَ عَامِي هَذَا بِهَذَا الْمَوْقِفِ أَبَدًا، أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّ دَمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ إِلَيَّ أَنْ تَلْقَتُوا رَبَّكُمْ، كَحَرَمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، وَكَحَرَمَةِ شَهْرِكُمْ هَذَا، وَأَنْتُمْ سَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ، فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ، وَقَدْ بَلَغْتَ، فَمَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَانَةٌ أَمَانَةٌ فَلْيُؤَدِّهَا إِلَى مَنْ أُتِمَتِ عَلَيْهِ.²⁰

"آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا: لوگو! میری بات توجہ سے سنو، دیکھو، میں جانتا نہیں کہ شاید اس سال کے بعد اس جگہ تم سے کبھی نہ ملوں۔ لوگو! سن لو، تمہارے خون (یعنی تمہاری جانیں) تمہارے اموال ایک دوسرے پر اپنے رب سے ملنے تک (یعنی موت تک) اسی طرح قابل احترام ہیں، جس طرح تمہارے لیے یہ دن اور مہینہ قابل احترام ہے اور دیکھو تم غفیریہ اپنے رب سے ملاقات کرو گے، وہ تم سے تمہارے اعمال بارے میں سوال کرے گا اور میں (ہر عمل کے بارے میں تمام احکام تمہیں) پہنچا چکا ہوں، پس جس کے پاس (کسی کی) امانت ہو، اُسے چاہیے کہ وہ اُس امانت کے مانگنے پر اس شخص کے حوالے کر دے، جس نے امانتدار سمجھ کر رکھی ہے۔"

اس طرح حضرت محمد ﷺ نے بنی نوع انسان کو بنیادی حقوق کا تصور عطا کرنے کے لیے جس عظیم مشن کی ابتداء معاہدہ حلف الفضول سے کیا تھا وہ مختلف مراحل طے کرتا ہوا حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی تکمیل کو پہنچ گیا۔ یہ خطبہ انسانی حقوق کا اولین اور ابدی منشور ہے جو کسی وقتی طور پر سیاسی مصلحت یا عارضی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے جاری نہیں کیا گیا بلکہ عالم ارضی میں خاتم الانبیاء کی جانب سے انسانیت کے لیے ایسا ہمہ گیر اور جامع دستور تھا جس نے اسے اس باب میں دیگر کسی بھی رہنمائی سے بے پرواہ کر دیا۔ اسی وجہ سے اسے انسانی حقوق کے بارے میں دیگر تمام دستاویزات پر فوقیت اور اولیت حاصل ہے، جو آج کے جدید ٹیکنالوجی اور سائنس کے دور میں عالم ارضی کی انسانیت کے امن و سکون اور راحت کے لیے انسانی شعور نے تشکیل دیں۔ یہ منشور اس وقت میں اور تاقیامت بھی انسانیت کی فلاح و بقاء کا حقیقی ذریعہ ہے۔

¹⁹ Muhammad manzör na'mānī, mā'rif al-hadīth, 245

²⁰ tahir al-qadri, islam main insānī haqōq (Lāhōr: minhāj al-qurān printers, 2004), 582

حضرت محمد ﷺ کی شفاعت ذریعہ فلاح و نجات:

نہ صرف امت محمدیہ کے لیے بلکہ تمام امتوں کے لیے قیامت کے دن سختی سے نجات پانے کا سب سے بڑا سبب آپ ﷺ کی شفاعت ہوگی۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث کے مطابق جب تمام امتوں کے لوگ یکے بعد دیگرے مختلف انبیاء کرام سے حساب کتاب شروع ہونے کی سفارش کرانے کے بارے میں کہتے ہوئے آخر کار نبی آخر الزمان سے سفارش کرنے کی درخواست کریں گے۔ حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں:

”فَأَنْطَلِقُ فَأَتِي تَحْتَ الْعَرْشِ فَأَخْرُجُ سَاجِدًا لِرَبِّي، ثُمَّ يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيَّ مِنْ مَحَامِدِهِ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلَى أَحَدٍ قَبْلِي، ثُمَّ يُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهُ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَارْفَعْ رَأْسِي فَأَقُولُ: يَا رَبِّ أُمَّتِي يَا رَبِّ أُمَّتِي، يَا رَبِّ أُمَّتِي، فَيَقُولُ: يَا مُحَمَّدُ أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنْ مَا بَيْنَ الْمَصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ وَكَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبَصْرَى“²¹

”آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں پھر چل پڑوں گا اور عرش کے نیچے آکر اپنے رب کی تعظیم کے لیے سجدہ میں کروں گا؛ پھر اللہ تعالیٰ میرے اوپر اپنے محامد اور حسن ثناء کو اس قدر کھول دے گا کہ مجھ سے پہلے اتنا کسی پر نہ کھولا ہو گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا کہ اے محمد ﷺ! اپنے سر کو اٹھا کر سوال کرو، اُسے پورا کیا جائے گا، اور شفاعت کرو، تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی، چنانچہ میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور کہوں گا: اے میرے پروردگار! میں اپنی امت کی نجات و فلاح مانگتا ہوں، اے میرے پروردگار! میں اپنی امت کی نجات و فلاح مانگتا ہوں، اللہ فرمائے گا: اے محمد! اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جنت کے دروازوں میں سے داہنے دروازے سے داخل کر لیں، جن پر کوئی حساب و کتاب نہیں ہے، اور یہ سب امت محمدیہ دیگر دروازوں میں بھی داخل ہوئے ہیں اور لوگوں کے ساتھ شریک ہوں گے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے! جنت کے پٹوں میں سے دو پٹ کے

درمیان کا فاصلہ اتنا ہی ہے جتنا کہ مکہ اور ہجریا مکہ اور بصری کے درمیان کا فاصلہ ہے۔“

اس حدیث مبارکہ میں حضرت محمد ﷺ کی اُس شفاعت کا ذکر ہے جب تمام انبیاء کرام اپنی اپنی بعض لغزشوں کی وجہ شفاعت نہ کرنے کا عذر کریں گے، چونکہ انبیاء کرام اپنے بلند مقام و مرتبہ کی وجہ سے اپنی معمولی خطا کو بھی بڑی محسوس کرتے ہیں، اسی لیے اللہ کے حضور حاضر ہونے سے معذرت کریں گے، لیکن آپ ﷺ حکم ربی سے سفارش کریں گے اس سے آپ کی فضیلت اور مقام و مرتبہ ثابت ہوتا ہے۔ آپ ﷺ اپنی امت کے لیے شفاعت مختلف مرحلوں میں فرمائیں گے۔

حشر والے دن لوگ کسی سفارش کرنے والے کی تلاش میں نکلیں گے تو اُس وقت وہ پہلے حضرت آدمؑ، پھر نوحؑ، پھر ابراہیمؑ، پھر موسیٰؑ، پھر عیسیٰؑ کی خدمت میں جائیں گے اور آخر میں آپ ﷺ کی خدمت میں آئیں گے یہ سب اللہ کی جانب سے ہو گا اور ایسا ہونے کی وجہ

²¹Tirmazī, al-jama'y al-sunan (Beirut: dar al-gharab al-islami, 1998), 2428

یہ ہے کہ سب کو پتہ چل جائے گا کہ اس شفاعت کبریٰ کا منصب اور مقام اللہ کے آخری نبی کے لیے مخصوص ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنے محبوب کی عظمت اور رفعت مقام کا اظہار ہے۔²²

قناعت اختیار کرنا فلاح کا باعث:

قناعت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنا رزق انسان کو عطا کیا ہے، اُسی پر صابر اور شاکر رہے۔ رزق کی کمی کے شکوے شکایت نہ کرے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے:

"قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ وَرَزَقَ كَفَافًا وَقَنَعَهُ اللَّهُ بِمَا آتَاهُ"²³

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس شخص نے فلاح پائی جس نے (اپنے پروردگار) کی اطاعت کر لی اور اسے بقدر ضرورت رزق عطا کیا گیا اور اللہ نے اُسے جو عطا کیا اس پر اس نے قناعت اختیار کی۔"

اس حدیث مبارکہ میں حصول فلاح کے دو سبب بیان ہوئے ہیں۔ پہلا تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے۔ کیونکہ ایک مسلمان کی یہ ہی شان ہے کہ اپنے رب کی دل و جان سے بندگی کرے۔ دوسرا یہ کہ جو رزق اللہ نے اُس کو دیا ہے۔ حالانکہ وہ ضرورت کے بقدر ہے اُس میں اُس کی آسائشات پوری نہیں ہو سکتی لیکن پھر بھی اللہ کا شکر گزار بندہ بن کر رہے اور قانع بن کے زندگی گزارے۔ تو وہ کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہو گا۔

حضرت محمد ﷺ کا صحابہ کو فلاح دارین کی دعا کرنے کی ترغیب:

دنوی و اخروی فوز و فلاح ایسی چیزیں ہیں کہ جن کے حصول کے لیے نہ صرف حضرت محمد ﷺ نے اسباب بیان کئے ہیں بلکہ مزید یہ کہ حصول فلاح کی دعا کرنے کی تلقین و تاکید بھی فرماتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

"أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَى سَلْمَانَ الْخَيْرِ، فَقَالَ: "إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ يُرِيدُ أَنْ يَمْنَحَكَ كَلِمَاتٍ تَسْأَلُهُنَّ الرَّحْمَنُ تَرْغَبُ إِلَيْهِ فِيهِنَّ، وَتَدْعُو بِهِنَّ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ"، قُلِ: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ صِحَّةَ إِيْمَانٍ، وَإِيْمَانًا فِي خُلُقِي حَسَنٍ، وَنَجَاحًا يَتَّبِعُهُ فَلَاحٌ يَغْنِي وَرَحْمَةً مِنْكَ وَعَافِيَةً وَمَغْفِرَةً مِنْكَ وَرِضْوَانًا" قَالَ أَبِي: "وَهُنَّ مَرْفُوعَةٌ فِي الْكِتَابِ: يَتَّبِعُهُ فَلَاحٌ وَرَحْمَةٌ مِنْكَ وَعَافِيَةٌ وَمَغْفِرَةٌ مِنْكَ وَرِضْوَانٌ"²⁴

"ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ کو جو سلمان الخیر کے نام سے مشہور تھے وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کے نبی ﷺ تمہیں چند کلمات عطا کرنا چاہتے ہیں۔ جن کے ذریعے تم رحمان سے سوال کر سکو اور اس کی طرف اپنی رغبت ظاہر کرو سکو اور رات دن ان ہی کلمات کے ذریعے اسے پکارا کرو، چنانچہ تم یوں کہا کرو کہ اے اللہ میں تجھ سے ایمان کی درنگی کی

²² Sa'id ahmad palanpurī, toḥfah al-ilme'ī sharḥa tirmazī (Karāchī: zam zam publishers, 2011), 209/6

²³ Muhammad bin a'bdullah khaṭīb tabraizī, mishkat al-maṣābīḥ, 5165

²⁴ Ahmad bin ḥanbal, musnad ahmad, 7923

درخواست کرتا ہوں، ایمان کے ساتھ حسن اخلاق اور ایسی کامیابی جس میں دارین کی فلاح شامل ہو، چاہتا ہوں اور آپ سے آپ کی رحمت، عافیت، مغفرت اور رضامندی کو طلب کرتا ہوں۔"

فلاح دارین سے مراد یہاں پر دنیا اور آخرت کی کامیابی و کامرانی ہے۔ دنیا کی کامیابی سے مراد دنیا کے اندر رہتے ہوئے دل کا اطمینان اور زندگی کے تمام معاملات میں آسودگی کا حاصل ہونا ہے۔ اللہ کی رحمت اور عافیت اور رضامندی کے ذریعے ہی یہ ممکن ہے۔ اخروی فلاح سے مراد جنت ہے جو کہ دائمی کامیابی اور فوز و فلاح ہے۔ حدیث شریف میں دُعا کو عبادت کا مغز کہا گیا ہے۔ اور یہ کہ دُعا کے ذریعے تقدیر بھی بدل سکتی ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے اللہ سے سوال اور دُعا کرنے کی ترغیب دی ہے۔

حصول فلاح کے لیے نبی کریم ﷺ کی اہم نصائح:

آپ ﷺ نے ایسے اعمال کی طرف توجہ دلاتے ہوئے انہیں اختیار کرنے کی نصیحت فرمائی ہے جو کہ فلاح و کامرانی کو لازم کرنے والے ہیں۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث روایت کی ہے:

"إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَخْلَصَ قَلْبَهُ لِلْإِيمَانِ، وَجَعَلَ قَلْبَهُ سَلِيمًا، وَلِسَانَهُ صَادِقًا، وَنَفْسَهُ مُطْمَئِنَّةً، وَخَلِيقَتَهُ مُسْتَقِيمَةً، وَأَذْنَهُ مُسْتَمِعَةً، وَعَيْنَهُ نَاطِرَةً، فَأَمَّا الْأَذُنُ فَفَمْعٌ، وَالْعَيْنُ مُقَرَّةٌ لِمَا يَنْوِي الْقَلْبُ، وَقَدْ أَفْلَحَ مَنْ جَعَلَ اللَّهُ قَلْبَهُ وَاعِيًا"²⁵

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص کامیاب اور بامراد ہوا جس کے دل کو اللہ نے ایمان کے لیے خالص کر دیا اور اس کے قلب کو صحیح و سالم بنادیا اور اُس کی زبان کو سچائی اور اُس کے نفس کو اطمینان عطا فرمایا اور اُس کی طبیعت کو سیدھا اور درست کر دیا۔ اور اُس کے کان کو سننے والا اور آنکھ کو دیکھنے والا بنادیا پس کان کو مثل قیف کے لیے اور آنکھ پہچانے والی اور ٹھہرانے والی ہے ان چیزوں کو جو وہ قلب کو سوچتی ہیں اور بامراد اور کامیاب ہو اوہ شخص جس کے دل کو اللہ نے یاد رکھنے والا بنادیا۔"

اس حدیث کے آخر میں آنکھ اور کان کا ذکر ہے۔ دل انسانی اعضاء میں بادشاہ اور فرمانروا کا مقام رکھتا ہے۔ اس میں جو چیزیں پہنچ کر اس کو متاثر کرتی ہیں وہ عموماً کان اور آنکھ کے ذریعے ہی پہنچتی ہیں۔ اس لیے انسان کی فلاح و کامیابی اس پر موقوف ہے کہ اللہ اُس کے کان کو شنوا اور اُس کی آنکھوں کو بینا بنادے اور سب سے آخر میں فلاح یاب اور بامراد اُس انسان کو فرمایا ہے۔ جس کے دل کو اللہ نے یاد رکھنے والا بنادیا۔ انسان کی کامیابی اور خوش بختی کی آخری شرط یہ ہے کہ قلب یعنی دل اپنا فریضہ اور وظیفہ یعنی کام درست طریقے سے سرانجام دیتا رہے۔ قرآن پاک میں جگہ جگہ انسان کی ان تینوں قوتوں (سمع، بصر اور قلب) کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ گویا انسان کی ہدایت، نجات اور کامیابی کا انحصار انہی تینوں کی سلامتی اور راست روی پر ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے:

"أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ؟ قَالَ: "مَنْ طَالَ عُمُرُهُ، وَحَسَنَ عَمَلُهُ"، قَالَ: فَأَيُّ النَّاسِ شَرٌّ؟ قَالَ: "مَنْ طَالَ عُمُرُهُ، وَسَاءَ عَمَلُهُ"²⁶

²⁵ Muhammad manzōr na'mānī, mā'rif al-hadīth, 230

²⁶ Muhammad manzōr na'mānī, mā'rif al-hadīth, 223

یعنی اعمال صالحہ کے ساتھ طویل عمر حاصل ہو تو دینی درجات میں ترقی کا باعث ہوتے ہیں اور ایسے ہی انسان کامیاب اور فلاح پاتے رہیں گے۔ اس کے برخلاف میں جس کے اعمال اور اخلاق بُرے ہوں تو اس کی عمر جتنی زیادہ ہوگی اُسی قدر وہ اللہ کی رحمت سے اور رضامندی سے دور ہوتا جائے گا۔ جو کہ سراسر ناکامی اور نامرادی ہے۔

موانع حصولِ فلاح حدیث و سنت کی روشنی میں:

موانع سے مراد رکاوٹیں ہیں۔ یعنی ایسی چیزیں اور ایسے اعمال جو کامیابی و کامرانی کے حصول میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

عورت کی حکمرانی:

یورپی تہذیب و معاشرت نے آزادی اور مساوات کا ظاہری طور پر خوب صورت نعرہ لگا کر جہاں عورت کو اس غلط فہمی میں ڈال دیا کہ عورت کے لیے ملازمت کرنا اس کا بنیادی حق ہے۔ حالانکہ ملازمت صرف ذمہ داری کا نام ہے۔ اسی طرح حکمرانی اور قیادت کو انہی بنیادی حقوق کی فہرست میں شامل کر کے عورت کو اس راستے کا بھی مسافر بنادیا ہے، جبکہ اسلامی اقدار و روایات کے مطابق گھر کے اخراجات چلانے کے لیے ملازمت کرنے کی ذمہ داری صرف مرد کے کندھوں پر ڈالی گئی ہے۔ اسی طرح روئے زمین پر حکمرانی اور قیادت کا تعلق حقوق سے نہیں بلکہ ذمہ داری سے ہے۔ اسلام کے مطابق عورت کے طبعی اور فطرتی فرائض و ذمہ داری سے زائد کسی ذمہ داری کا بوجھ اُس کے نازک کندھوں پر نہیں ڈالنا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت اور سربراہی کی عظیم ذمہ داری بھی صرف مرد پر ڈالی گئی ہے اور عورت اس سے بالکل مستثنیٰ ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ“²⁷

"یعنی مرد عورتوں پر حکمران ہیں وہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ رب العزت نے ان میں سے بعض کو بعض

پر فضیلت دی ہے۔"

حضرت محمد ﷺ کے بہت سے ارشادات و اقوال اسی بات پر شاہد ہیں اور اُن سے یہ صراحتاً واضح ہے کہ عورت کی حکمرانی نہ صرف فلاح و کامیابی کو ختم کرتی ہے بلکہ ناکامی اور ہلاکت کا سبب ہے۔ امام بخاریؒ نے کتاب المغازی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کو جب اس بات کی خبر پہنچی کہ فارس کے لوگوں نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا حکمران اور سربراہ بنالیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَوْ أَمَرَهُمْ امْرَأَةٌ“²⁸

"وہ قوم ہر گز کامیاب نہیں ہوگی جس نے اپنا حکمران عورت کو مقرر کر لیا۔"

مسند احمد کی حدیث ہے:

”لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ تَمْلِكُهُمْ امْرَأَةٌ“²⁹

"یعنی ہر گز وہ قوم کامیابی حاصل نہیں کر سکتی جن پر عورت حکمران ہو۔"

²⁷ Al-nisā: 34/4

²⁸ Al-bukhārī, al-jama'iy al-saḥīḥ al-bukhārī (Beirut: dar tōq al-nijāh, 1422 AH), 4425

²⁹ Abō A'bdullah ahmad bin Muhammad ḥanbal al-shaibānī, 20517

قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ اجماع اور قیاس و اجتہاد سے بھی یہ ہی ثابت ہے کہ عورت حکمران نہیں بن سکتی ورنہ اُس قوم کی فلاح ممکن نہیں۔

جمعہ کی نماز کا ترک کرنا دنیوی و اخروی فلاح سے محرومی:

جمعہ کا دن اُمت محمدیہ کے لیے خاص عطیہ خداوندی ہے۔ اس دن کی برکتیں اور فضیلتیں بے شمار ہیں، اسی وجہ سے اس کو ترک کرنا انتہائی محرومی کا باعث ہے۔ سنن نسائی کی حدیث ہے:

”أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَهُوَ عَلَى أَعْوَادٍ مِنْبَرِهِ: لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ وُدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ أَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُونَنَّ مِنَ الْغَافِلِينَ“³⁰

”حضرت محمد ﷺ نے اپنے منبر کے زینے سے فرمایا: لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز آجائیں، ورنہ اللہ پاک اُن کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔“

مطلب یہ ہے کہ لگاتار جمعہ کی ترک کرنا ایسا خطرناک امر ہے جس سے دلوں پر مہر لگ سکتی ہے ایسا ہونے کی صورت میں انسان کے آخرت میں فلاح و نجات کی امید ختم ہو جاتی ہے۔ غافل ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے ذکر سے اور اُس کے احکام کے بجالانے سے بالکل بے پرواہ ہو جائیں گے۔ ایک اور جگہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَهَاوَنَّا بِهَا طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قَلْبِهِ“³¹

یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بغیر عذر تین جمعے تساہل و سہل انکاری کی وجہ سے چھوڑے گا تو پھر اللہ پاک اُس کے دل پر مہر لگا دے گا۔ مطلب یہ ہے کہ نیک عمل کرنے سے محروم ہو جائے گا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے:

”أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ كُتِبَ مُنَافِقًا فِي كِتَابٍ لَا يُمَحَّى وَلَا يُبَدَّلُ وَفِي بَعْضِ الْحَدِيثِ: ثَلَاثًا“³²

”آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بلا عذر اور مجبوری کے ساتھ جمعہ کی نماز ترک کر دے گا تو وہ اللہ کی اُس کتاب میں جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی منافق لکھا جائے گا۔ اور بعض روایات میں تین بار جمعہ چھوڑنے کا ذکر ہے۔“

ان احادیث میں جمعہ کی غیر معمولی اہمیت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس کے چھوڑنے پر جو وعید سنائی گئی ہیں وہ کسی وضاحت کی محتاج نہیں۔ اللہ پاک ان تمام معصیات و منکرات سے بچائے جن کے کرنے پر اللہ کی نظر سے گر کر دنیا و آخرت کی کامیابی اور فلاح سے محروم ہو جاتا ہے۔

³⁰ Abō a'bdul rehman ahmad bin shua'ib al-nisā'ī, al-sunan alnisā'ī (markaz al-bahōth wa taqniyah al-ma'lōmāt, dar al-tāsil, 1433 AH), 1371

³¹ Muhammad manzōr na'mānī, mā'rif al-hadīth, 237

³² Muhammad manzōr na'mānī, mā'rif al-hadīth, 238

موبقات سببہ:

ایک حدیث شریف میں سات ایسی چیزوں کا بھی ذکر موجود ہے جو انسان کی کامیابی و فلاح کو ختم کر کے اُن کو ہلاکتوں کی گہرائیوں میں پہنچا دیتی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

”عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللَّهِ، وَالسَّحَرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلَّى يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ“³³

"آپ ﷺ نے فرمایا کہ: سات مہلک اور تباہ کن گناہوں سے اجتناب کرو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون سے سات گناہ ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، اور جادو کرنا، اور ناحق کسی کو قتل کر دینا اور سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا اور اپنی جان کو بچانے کے لیے جہاد میں اسلامی لشکر کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ جانا اور اللہ تعالیٰ کی پاکدامن معصوم بندیوں پر زنا کی تہمت لگا دینا۔"

اس حدیث شریف میں جن گناہوں سے بچنے کی تلقین و تاکید کی گئی ہے۔ یہ شدید خبیث ترین کبیرہ گناہوں میں شامل ہیں۔ آپ ﷺ نے اُن گناہوں کو "موبقات" فرمایا ہے یعنی آدمی کو اور اُس روح ایمانی کو تباہ و برباد کر دینے والے ہیں۔ ان میں آپ ﷺ نے شرک، جادو اور ناحق قتل کے بعد اکل ربا یعنی سود کھانے اور لینے کا ذکر فرمایا ہے۔ جس طرح طبیب اور ڈاکٹر حضرات اپنی تحقیقی علم و فن اور تجربہ کی بنیاد پر اس دنیا میں زمین سے اُگنے والی چیزوں، دواؤں اور غذاؤں وغیرہ کے خواص بیان کر کے اُن کی خاصیت اور تاثیر بتاتے ہیں کہ آدمی کی فلاں بیماری کے لیے مفید یا مضر ہے، اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم کی بنیاد پر انسانوں کے عقائد اور اعمال و اخلاق کے خواص بتاتے ہوئے اُن کے نتائج کے بارے میں ذکر کرتے ہیں کہ فلاح اچھا اور نیک عمل کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی دائمی نعمتیں اور دنیا میں روح اور قلب کا سکون کا باعث ہیں۔ اور فلاں مشرکانہ و کافرانہ عقائد اور فلاں گناہ و ظلم کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کی لعنت اور دوزخ کا عذاب اور دنیا کی زندگی میں مختلف طرح کی پریشانیاں اور بے چینیاں ہیں۔ چنانچہ انبیاء کرام علیہم السلام کا علم جو کہ غلطی اور خطا سے مبرا ہے کیونکہ وہ اللہ کا عطا کردہ وحی ہے۔ اُسی کے مطابق آپ ﷺ نے ان تمام چیزوں کو دنیوی و اخروی فلاح کو تباہ کرنے والا بتایا ہے۔

دنیوی و اخروی فلاح کا موازنہ حدیث کی رو سے:

دنیا کی موجودہ زندگی، جس کی مقدار یا دورانیہ کسی بھی انسان کے لیے چند برسوں سے زیادہ نہیں ہوتا صرف ایک سفر کا عارضی مرحلہ و درجہ ہے۔ اصل ہمیشہ قائم رہنے والی زندگی آگے آنے والی زندگی ہے۔ موجودہ فانی و عارضی زندگی میں انسان چاہے جتنا بھی عیش و عشرت کا سامان جمع کر کے زندگی گزارے آخر تو اس کو ختم ہونا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا دین بندہ سے یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ اس دنیا کے ساز و سامان سے فائدہ حاصل نہ کرے اور اس کی زینت سے منہ پھیر لے بلکہ مطالبہ صرف اتنا سا ہے کہ وہ اخروی زندگی کو دنیوی

³³ Al-bukhārī, al-jama'y al-sahih al-bukhārī, 2766

زندگی پر ترجیح دے کیونکہ دنیا کی عیش و عشرت اور زیب و زینت کا سامان فانی اور عارضی ہے جبکہ آخرت کا عیش و آرام ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔

احادیث مبارکہ میں بھی یہی تعلیمات موجود ہیں:

”قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَاذَا يَرْجِعُ“³⁴

یعنی دنیا کی حقیقت آخرت کے مقابلے میں صرف اتنی سی ہے جیسے دریا کے مقابلے میں انگلی لگا ہو اپنی۔ دنیا محدود ہے اور آخرت لا محدود ہے۔ دراصل وہ شخص انتہائی نقصان میں رہنے والا ہے جو دنیا کے حصول کے لیے تو انتہائی کوششیں کرے لیکن آخرت کی تیاری سے لاپرواہ رہے۔ ایک اور جگہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ أَحَبَّ دُنْيَاهُ أَضَرَّ بِآخِرَتِهِ، وَمَنْ أَحَبَّ آخِرَتَهُ أَضَرَّ بِدُنْيَاهُ فَأَثَرُوا مَا يَبْقَى عَلَى مَا يَفْنَى“³⁵

یعنی اگر دنیا سے محبت کی جائے تو آخرت کا ضرر نقصان ہو گا۔ اور اگر آخرت سے محبت رکھی جائے تو دنیا کا نقصان اٹھانا پڑے گا۔ یہاں پر دانش مندی اور عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ آخرت جو کہ ہمیشہ قائم رہنے والی ہے اس کو فانی اور عارضی زندگی پر ترجیح دی جائے۔ مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے ایسی دنیا کی مذمت فرمائی گئی ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اور آخرت کی تیاری سے غافل کر دے۔ صدر الدین اصلاحی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: ”جو چیزیں انسان کو خدا سے غافل نہ کرے جو دین کے تقاضوں کو پورا کرنے میں رکاوٹ بننے کے بجائے مددگار ثابت ہوں وہ ہرگز مذموم نہیں ہیں وہ پسندیدہ ہیں اور قرآن نے ان کو ملعون قرار نہیں دیا، بلکہ دنیا کی بھلائی (فی الدنیا حسنہ) عمدہ و پاکیزہ زندگی (حیاء طیبہ) اور دنیا کا اجر و صلہ (ثواب الدنیا) وغیرہ فرمایا ہے۔“³⁶ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے:

”قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَتْ الْآخِرَةُ هَمَّهُ جَعَلَ اللَّهُ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ وَجَمَعَ لَهُ شَمْلَهُ، وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ، وَمَنْ كَانَتْ الدُّنْيَا هَمَّهُ جَعَلَ اللَّهُ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَفَرَّقَ عَلَيْهِ شَمْلَهُ، وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا قُدِّرَ لَهُ“³⁷

مطلب یہ کہ جو شخص آخرت پر یقین رکھتے ہو اُخروی فلاح کو اپنا مقصود بنالے تو اللہ دنیا کے حوالے سے اُس کو قناعت نصیب کر کے اُس کے دل کو اطمینان و سکون سے بھر دیتا ہے۔ پھر جو دنیا میں اس کے لیے مقرر ہے تو وہ کسی نہ کسی راستے سے اُس کے پاس ضرور پہنچ جاتا ہے اور دنیا کا طالب آخرت سے بے پرواہ ہو کر دنیا حاصل کرنے کے لیے جتنی بھی طاقت لگالے لیکن اُس کو بھی وہ ہی ملے گا جو اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے لکھ دیا ہے۔ اللہ کا دین انسان کو دنیاوی نعمتوں سے منع کر کے اور ترک دنیا کروا کر رہبانیت کی طرف مائل نہیں کرتا۔ بلکہ صرف اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ دنیوی خواہشات اور آرزوؤں ک تکمیل میں دائمی نعمتوں والی آخرت کو برباد نہ کریں۔ آپ ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

³⁴Tirmazī, al-jāma'y al-sunan, 2323

³⁵Tirmazī, al-jāma'y al-sunan, 565/4

³⁶šadar al-dīn iṣlāhī, islam aik nazar main (Delhī: markazī maktabah jama't islamī, 1961), 395

³⁷Tirmazī, al-jāma'y al-sunan, 2465

”أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا أَنَا عَمَلْتُهُ أَحَبَّنِي اللَّهُ وَأَحَبَّنِي النَّاسُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللَّهُ، وَازْهَدْ فِيمَا فِي أَيْدِي النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ“³⁸

مراد یہ کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے ایسے عمل باریے میں بتانے کی درخواست کی۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور لوگ اُس سے محبت کرنے لگیں تو اس پر آپ ﷺ نے اُس کو دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنے کو کہا کیونکہ زہد فی الدنیا کی وجہ سے اللہ محبت فرماتے ہیں اور ان لوگوں کے پاس موجودہ اشیاء سے بے رغبتی کرنے کی وجہ سے لوگ محبت کرتے ہیں، یعنی دنیا آخرت کے مقابلے میں بہت حقیر اور ادنیٰ چیز ہے، اس سے محبت کرنا سوائے خسارے اور گھائے کے کچھ نہیں ہے۔ ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ حتیٰ الوسع فلاح آخرت کی طرف توجہ رکھے کیونکہ دنیا کی محبت اور زیادہ رہنے کی آرزو فساد اور بگاڑ کی وجوہات ہیں۔ حدیث نبوی ﷺ ہے:

”أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَوَّلُ صَلَاحٍ هَذِهِ الْأُمَّةِ الْيَقِينُ وَالزُّهْدُ وَأَوَّلُ فَسَادِهَا الْبُخْلُ وَالْأَمَلُ“³⁹

مطلب اس حدیث سے یہ ہے کہ اس امت کی صلاح، فلاح و کامیابی، کمالات اور ترقیوں کی بنیاد دو صفتیں یقین اور زہد ہیں۔ دنیا میں فساد اور بگاڑ پیدا ہونے کی دو وجوہات بخل اور دنیا میں زیادہ رہنے کی آرزو اور خواہش ہے۔ دنیوی و اخروی فلاح کے لیے ضروری ہے کہ دنیا سے محبت نہ رکھتے ہوئے بقدر ضرورت اس کو استعمال کیا جائے۔

دنیا اور آخرت کا موازنہ ان تین اصولوں کے ذریعے بہترین انداز میں کیا جاسکتا ہے ایک تو یہ کہ دنیا جہان مرگ و حیات جبکہ آخرت جہان حیات ہے وہاں موت نہ ہوگی۔ دوسرا یہ کہ دنیا دار لامتحان جبکہ آخرت دار الجزاء ہے۔ تیسرا یہ کہ دنیا میں ہر جان نے موت کی لذت چکھنی ہے جبکہ آخرت میں موت نہ ہوگی۔ وہاں دنیا میں کئے گئے اعمال کے مطابق جزا و سزا ملے گی۔ تمام نفس مطمئنہ ہمیشگی کی زندگی گزارنے کے لیے جنت میں چلی جائیں گی۔

خلاصہ کلام:

فلاح کا لفظ قرآن کریم اور حدیث رسول ﷺ میں متعدد جگہوں پر استعمال ہوا ہے۔ یہ لفظ معنی کے اعتبار سے اپنے اندر وسعت سموئے ہوئے ہے۔ دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی اس لفظ میں پنہاں ہیں۔ اس دنیا میں پیدا ہونے والا ہر انسان کامیابی کو پسند کرتا ہے۔ ناکامی سے دوچار ہونے کے لیے کوئی انسان بھی تیار نہیں ہے۔ اسلام چونکہ مکمل ضابطہ حیات ہے۔ دین اسلام کا حاصل دنیا و آخرت کی کامیابی ہی ہے۔ اس دین کے شارع سید الکونین حضرت محمد ﷺ ہیں، جنہوں نے اپنے طرز عمل اور اقوال کے ذریعے بھی اُن تمام پہلوؤں کی وضاحت فرمائی ہے۔ جو کہ فلاح دارین کا سبب ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ موانع فلاح کو بھی بیان کر کے امت کو متنبہ کیا۔ دنیوی کامیابی کے ساتھ ساتھ اخروی کامیابی و کامرانی کو زیادہ اہم قرار دیا۔

نتائج:

❖ فلاح دارین کے اسباب اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ فلاح دارین کے لیے دعا مانگنا بھی ضروری ہے۔

³⁸ Abō a'bdullah ibn-e-majah (Beirūt: dar al-kutab al-i'lmīyah, 2008), 4102

³⁹ Muhammad bin a'bdullah khatīb tabraizī, mishkat al-maṣābiḥ, 5281

- ❖ عقائد اسلام میں پختگی، ارکان اسلام پر عمل اور محاسن اخلاق کو اختیار کرنا حصولِ فلاح کے بنیادی اسباب ہیں۔
- ❖ اخروی زندگی دائمی ہے، اس لیے اخروی زندگی کو ترجیح دینا ضروری ہے۔

تجاویز و سفارشات:

- ❖ دورِ حاضر میں اخلاقیات کا بہت زیادہ فقدان ہے، اس لیے سکول لیول پر ابتدائی مراحل سے ہی اخلاقیات کو ترجیحی بنیادوں پر سکھایا جائے۔
- ❖ قرآن کریم کی شائع احادیث نبویہ ﷺ کو پڑھنے اور عمل کرنے کی طرف معاشرہ کو متوجہ کرنے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔
- ❖ مطلق العنان بنیاد پر خواتین کی حکومت کی حوصلہ شکنی کی جائے۔